تاریخ و سیر

ڈاکٹر محمد سلیمان عہ (اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور)

تحریکِ ختمِ نبوت میں

مولانا محمد حسین بٹالوی کی خدمات

مرزا غلام احمد نے بیان کیا ہے کہ:

"کسی شخص کو حضور رسالتمآبؐ کی بارگاہ میں بحالتِ خواب حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ علماءِ ہند بھی حاضرِ دربار ہیں۔ پھر مجھے (مرزا صاحب کو) بھی حاضر کیا گیا۔ علماء نے میرے بارے میں بتایا کہ یہ شخص خود کو مسیح کہتا ہے۔ حضرت رسولِ اکرمؐ نے میری تکفیر پر علماء کو مبارک باد دی اور مجھے جوتے لگوائے۔"

اس خواب کا تذکرہ کرنے کے بعد مرزا صاحب نے اس کا مضحکہ اڑایا ہے اور حاضرینِ مجلس کا باندازِ تحقیر یوں ذکر کیا ہے:

"مولوی محمد حسین کی کرسی کے قریب ایک اور کرسی تھی، جس پر ایک بڈھا نود سالہ بیٹھا ہوا تھا جسے لوگ نذیر حسین کہتے تھے ... اور سب سے پیچھے ایک نابینا وزیر آبادی تھا، جس کو عبدالمنان کہتے تھے۔ اور اس کی کرسی سے "انا المکفر" کی زور سے آواز آرہی تھی۔"[1]

مرزا صاحب کی تحریر کے اس اقتباس میں، جس عالمِ دین کا نام سب سے پہلے مذکور ہوا ہے، تحریکِ ختمِ نبوت میں اس کی خدمات کا بیان ہمارا موضوع ہے۔ ہماری گزارشات کا مدار اکثر و بیشتر مرزا صاحب کی اپنی تصانیف اور مولانا محمد حسین بٹالوی کے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ پر ہے۔ تاہم چند معلومات بعض دیگر کتابوں سے بھی اخذ کی گئی ہیں۔

عہ قارئینِ کرام چند سال قبل محدث میں "محمد سلیمان اظہر" کے نام سے ڈاکٹر صاحب کے مقالات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

[1] مرزا غلام احمد، تحفہ غزنویہ، مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان، ۱۹۰۲ء ص ۷-۸۵۔

۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء کا واقعہ ہے، مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مولوی سید نذیر حسین صاحب محدّث دہلوی سے نئے نئے تحصیلِ علم کر کے واپس بٹالہ آئے تھے۔ عوام مسلمانوں میں ان کے خلاف شدید جذبات پائے جاتے تھے۔ مرزا غلام احمد کسی کام کے سلسلہ میں بٹالہ گئے تو ایک شخص اصرار کے ساتھ ان کو تبادلہ خیالات کے لیے مولوی محمد حسین صاحب کے مکان پر لے گیا۔ وہاں ان کے والد صاحب[1] بھی موجود تھے اور سامعین کا ایک ہجوم مباحثہ سننے کے لیے بے تاب تھا۔ مرزا صاحب مولوی صاحب کے سامنے بیٹھ گئے اور مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ قرآنِ مجید سب سے مقدم ہے اور اس کے بعد اقوالِ رسول ﷺ کا درجہ ہے۔ اور میرے نزدیک کتاب اللہ اور حدیثِ رسول اللہ ﷺ کے مقابل کسی انسان کی بات قابلِ حجت نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ سُن کر بے ساختہ کہا کہ آپ کا یہ اعتقاد معقول اور ناقابلِ اعتراض ہے۔ لہٰذا میں آپ کے ساتھ بحث کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ان کا یہ فرمانا تھا کہ لوگوں نے دیوانہ وار یہ شور مچا دیا کہ ہار گئے ہار گئے۔[2]

یہ واقعہ جو مرزائیوں کی ایک کتاب سے نقل کیا گیا ہے، اسے مولانا محمد حسین بٹالوی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے باہمی تعلقات کا آغاز قرار دیا جا سکتا ہے[3]۔ جو تقریباً بائیس سال تک دوستانہ رہے اور بعد کے اٹھارہ سال شدید مخالفانہ۔ پہلا دور ۱۸۹۰ء تک جاری رہا، جس میں مرزا صاحب عیسائی مشنریوں اور آریہ سماجیوں کے مدِ مقابل ایک مبلغِ اسلام

[1] مولانا کے والد کا نام شیخ رحیم بخش تھا، جو بٹالہ کے ایک رئیس تھے۔ سکھوں کی عملداری میں معزز عہدوں پر فائز رہے اور انگریزی دور میں تحصیل دار کے منصب پر فائز رہے (دیکھئے اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ نمبر ۲ ص ۸۹)۔

[2] عبدالقادر سابق سوداگر مل، حیاتِ طیبہ، لاہور، ۱۹۵۹ء ص ۱۰۔ [3] اگرچہ وہ پہلے بھی باہم متعارف تھے، جیسا کہ خود مولانا اپنے "اشاعۃ السنۃ" میں کسی جگہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے قطبی وغیرہ کتب اکٹھے پڑھی ہیں۔ لیکن دونوں کے مابین جدل و مناظرہ کی جو کیفیت ۱۸۹۱ سے ۱۹۰۸ء تک رہی ہے اس کو پیشِ نظر رکھ کر درج بالا واقعہ کو ان کے تعلقاتِ باہمی کا نقطہ آغاز قرار دیا جا سکتا ہے۔ چونکہ یہ واقعہ ایک قادیانی کا بیان کردہ ہے اور "اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ" کے مصداق یہ اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ مرزا صاحب پہلے ہی مباحثے میں کس قدر لاچار اور مبہوت ہو کر رہ گئے تھے اور آئندہ جب ہم مسلمانوں کی روایات بیان کر کے بتائیں گے کہ فلاں فلاں مباحثے میں مرزا صاحب مولانا کے مقابل خاموش ہو گئے تھے یا مباحثہ ناتمام چھوڑ کر چلے آئے تھے تو اس میں مبالغہ یا غلط بیانی کا عنصر نہیں ہو گا۔

کا روپ دھارے ہوئے تھے۔ اور مولانا اس کے خبثِ باطن سے لاعلم ہونے کے باعث "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" کے تحت اس کی حمایت کرتے رہے۔ اس دور کے وسط میں مرزا صاحب نے اسلامی عقائد کے اثبات اور ادیانِ باطلہ کے رد میں ایک عظیم الشان کتاب بنام "براہین احمدیہ" ۵۰ جلدوں میں شائع کرنے کا اعلان کیا۔ چونکہ مرزا صاحب ایک مبلغ اسلام کی حیثیت سے متعارف تھے، اس لیے اہل اسلام نے، جو عیسائی مشنریوں اور آریہ سماجیوں کی معاندانہ سرگرمیوں سے بڑی حد تک پریشان تھے، اس منصوبے کو سراہا اور مرزا صاحب کی اپیل پر ملی تعاون بھی کیا۔ مرزا صاحب نے کتاب کی دو جلدیں شائع کر کے چپ سادھ لی تو عوام اہل اسلام میں (جو پوری کتاب کی قیمت پیشگی ادا کر چکے تھے) بے چینی پھیلنا شروع ہو گئی۔ جس کی شہادت مرزا صاحب کا درج ذیل اعلان ہے جو رجب ۱۲۹۸ھ بمطابق جون ۱۸۸۱ء کے اشاعۃ السنۃ کے صفحہ ۱۶۱ پر شائع ہوا ہے :

"کتاب براہین احمدیہ کے چھپنے میں مہتمم مطبع کی بعض مجبوریوں کے سبب توقف ہو گیا ہے۔ اب مہتمم مطبع نے بتاکید وعدہ دیا ہے کہ حصہ سوم کو بہت جلد چھاپ کر تیار کرتا ہوں۔ پس ناظرین و خریداران اصطبار فرماویں اور عفو کو کام میں لاویں۔ (خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور)"۔

اسی طرح کے حیلوں بہانوں میں ۳ سال گزر گئے لیکن آخر کار ۱۸۸۴ء میں اس کتاب کی چار جلدیں طبع ہو کر منظر عام پر آگئیں[۱]۔ کچھ بزرگوں نے کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد محسوس کیا کہ مصنف کے عزائم خطرناک ہیں جیسا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں :

"مولانا حافظ عبدالمنان مرحوم محدث وزیر آبادی سے میں نے خود سنا کہ مجھے شبہ ہوتا ہے کہ کسی دن یہ شخص (مرزا غلام احمد) نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ ایسا

---

[۱] پانچویں جلد، جو آخری ثابت ہوئی، اس کے ۲۳ سال بعد شائع ہوئی۔ جبکہ چوتھی اور پانچویں جلد کے درمیان مرزا صاحب کی لگ بھگ ۸۰ تصانیف شائع ہوئیں۔ یہ حقیقت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ مرزا صاحب نے محض تعلّی سے کام لیتے ہوئے یا عوام الناس کو اپنی جانب متوجہ کرنے کی غرض سے ۵۰ جلدوں کا شوشہ چھوڑا تھا۔ ورنہ ان کے پاس نہ تو موضوع متعلقہ پر اتنے دلائل تھے اور نہ ہی ان کا ارادہ اسے پایۂ تکمیل کو پہنچانے کا تھا۔ عدیم الفرصتی یا وسائل کی کم یابی کو بہانہ اس لیے نہیں بنایا جا سکتا کہ اسی دوران ۸۰ دیگر کتابیں لکھ کر شائع کر دی گئیں۔

ہی مولوی ابو عبداللہ غلام العلی صاحب مرحوم امرتسری سے سننے والوں کا بیان ہے کہ مرحوم بھی مرزا صاحب سے خوف زدہ تھے کہ کسی دن نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ مرزا صاحب نے براہینِ احمدیہ میں مولوی صاحب مرحوم کا نام لے کر رد بھی کیا ہے۔ ایسا ہی مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری اور مولوی محمد وغیرہ خاندان علماء لدھیانہ بھی مرزا صاحب سے بدظن تھے۔ ہم حیران ہیں کہ علماء کی فراست کس درجہ کی تھی کہ آخر کار وہی ہوا جو ان حضرات نے گمان کیا تھا۔" [1]

مذکورہ بالا چند ایک علماء کے علاوہ علماء و عوام کی اکثریت نے اس کتاب کو خوش آمدید کہا جیسا کہ مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں:

"براہینِ احمدیہ کے مضامین کی ابتداء زیادہ تر اپنے (مرزا صاحب کے) الہامات اور مکاشفات پر تھی۔ لیکن وہ الہامات کچھ ایسے صاف اور صریح اسلام کے مخالف نہ تھے بلکہ بعض معاون، بعض گول، اس لئے حسن ظن رکھنے والے علماء اس پر بھی مرزا صاحب سے مانوس ہی رہے۔ اس زمانے میں سب سے بڑے مانوس مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ تھے۔ جنہوں نے اس کتاب پر بڑا البسیط ریویو لکھا اور مخالفین کو جوابات دیئے۔" [2]

(یاد رہے کہ یہ ریویو اشاعۃ السنۃ ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء جلد ۷ کے شمارہ نمبر ۶ تا ۱۱ میں شائع ہوا تھا۔ اور اس میں بٹالوی صاحب نے براہینِ احمدیہ کو ایک معرکۃ الآرا کتاب قرار دیا تھا)

—— اسی طبقے میں علماء دیوبند و گنگوہ بھی شامل تھے۔ جیسا کہ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

"علماء لدھیانہ، دارالعلوم دیوبند کے دستار بندی کے جلسہ میں شرکت کی غرض سے گئے تو مرزا صاحب کے خلاف فتویٰ تکفیر کا مضمون تیار کر کے ساتھ لے گئے۔ لیکن علماء دیوبند و گنگوہ نے مضامین براہینِ احمدیہ کو موجب کفر نہ سمجھ کر اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اور لوگوں کو مرزا کی تکفیر سے روکا۔ جس پر علمائے لدھیانہ ناراض ہو کر واپس چلے آئے۔" [3]

قارئین ان حوالوں کے ذریعے آپ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اس دور

[1] ثناء اللہ امرتسری تاریخ مرزا لاہور ۱۹۱۹ء ص ۹۔ [2] ثناء اللہ امرتسری تاریخ مرزا لاہور ۱۹۱۹ء ص ۹۔
[3] اشاعۃ السنۃ جلد ۷، بر حاشیہ ص ۱۷۰۔ اس واقعہ کے ۴۲ سال بعد برصغیر کے ایک عالم دین (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

میں مولانا بٹالوی محض ذاتی دوستی کے باعث مرزا صاحب کے تعاقب میں سرگرم نہیں ہوئے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں بالکل اسی طرح براہینِ احمدیہ میں موجبِ کفر و فسق کوئی بات نظر نہیں آئی جس طرح دیگر نامور علماء مثلاً مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد یعقوب نانوتوی ایسی کسی بات کا سراغ نہ لگا سکے۔ تاہم اگر مصنفِ براہین کے دل میں چور تھا، تب بھی ان علماء کو حمایت یا خاموشی اختیار کرنے پر موردِ طعن نہیں بنایا جا سکتا کیوں کہ فیصلے تو ظاہر پر کئے جاتے ہیں۔

مولانا بٹالوی اور مرزا صاحب کے تعلقات کا دوسرا دور ۱۸۹۱ء سے شروع ہوتا ہے۔ یہ وہ سال ہے جس میں مرزا صاحب نے اپنی تصنیف "فتح اسلام" میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ کتاب ابھی پریس میں تھی کہ مولانا بٹالوی کو اس کے مندرجات کا علم ہو گیا اور مرزا صاحب کی حقیقت ان پر کھل گئی۔ مولانا اس سے قبل محض اس وجہ سے مرزا صاحب کو اچھا سمجھتے تھے کہ وہ اسلام اور اہلِ اسلام کے مفاد کے لیے کام کر رہے تھے۔ لیکن جونہی معلوم ہوا کہ یہ تو بغل میں چھری لیے پھر رہے ہیں اور مسلمانوں کے مسلّمہ عقائد کی بیخ کنی پر آمادہ ہیں تو مولانا "اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ" کے تحت ۲۲، ۲۳ سال کی طویل دوستی کو بالائے طاق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مولانا اشرف علی تھانوی سے مرزا صاحب کے متعلق ایک فتویٰ پوچھا گیا جو درج ذیل ہے:

سوال۔ "اکثر مرزائی لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ کتبِ دینیات میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی شخص میں ۹۹ وجہ کفر کی پائی جاویں اور ایک وجہ اس میں اسلام کی ہو تو اس کو کافر نہ کہا جاوے اور حدیث میں ارشاد ہے کہ کلمہ گو اور اہلِ قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہیے۔ اب علماء سے یہ عرض ہے کہ جب کہ رسول اللہ کا یہ ارشاد ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی بھی اہلِ قبلہ اور کلمہ گو ہے تو علمائے دین اس پر کفر کا فتویٰ کیوں لگاتے ہیں؟ اس کا شافی طور پر جواب ارقام فرما دیں۔"

جواب۔ "جس شخص میں کفر کی کوئی قطعی وجہ ہوگی کافر کہا جاوے گا۔ اور حدیثیں اس شخص کے بارے میں ہیں جس میں کوئی وجہ قطعی نہ ہو۔ اور اس مسئلہ کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی امر قولی یا فعلی ایسا ہو کہ محتمل کفر و عدم کفر دونوں کو ہو۔ اگر احتمالِ کفر غالب اور اکثر ہو تب بھی تکفیر نہ کریں گے۔ نہ یہ کہ تکفیرِ قطعی پر بھی تکفیر نہ کریں گے۔ کیوں کہ کافر کے یہ معنی ہیں کہ اس میں تمام وجوہ کفر کی موجود ہوں۔ ورنہ جن کا کفر منصوص ہے، وہ بھی کافر نہ ہوں گے۔ باقی خاص مرزا کی نسبت مجھ کو پوری تحقیق نہیں کہ کوئی وجہ قطعی کفر کی ہے یا نہیں؟"

(حررہ ۳ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ "مولانا اشرف علی تھانوی" امداد الفتاویٰ جلد ۴ ص ۱۱۶)

رکھ کر مرزا صاحب کے مدِ مقابل کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے سب سے پہلے خط و کتابت کے ذریعے مرزا صاحب کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی۔ یہ خط و کتابت دو ادوار میں تقسیم کی جا سکتی ہے۔ پہلا دور جنوری ۱۸۹۱ء سے آخر اپریل ۱۸۹۱ء تک ہے جس میں مولانا اور مرزا صاحب براہِ راست آپس میں خط و کتابت کرتے رہے اور انجام کار مرزا صاحب نے خود کو عاجز پا کر اس سلسلہ کو بند کر دیا۔ جس کا ثبوت ان کے آخری خط کے درج ذیل الفاظ ہیں:

"آپ کی معلومات حدیث میں بہت وسیع ہیں۔ یہ عاجز ایک امی اور جاہل ہے۔ نہ عبادت ہے نہ ریاضت۔ نہ علم نہ لیاقت۔ غرض کچھ بھی چیز نہیں۔ خدا کی طرف سے ایک امر تھا اور قطعی اور یقینی تھا اس عاجز نے پہنچا دیا۔ ماننا نہ ماننا اپنی رائے اور سمجھ پر موقوف ہے ..... غلام احمد"[1]

خط و کتابت کا دوسرا سلسلہ اپریل کے بعد شروع ہوا۔ اس سلسلے میں مرزا صاحب کو لکھے جانے والے خطوط اگرچہ مولانا ہی کے تحریر کردہ ہوتے تھے، تاہم ان پر دستخط محمد حسن رئیس لدھیانہ کے ہوتے تھے۔[2]

تاہم یہ سلسلہ بھی مرزا صاحب نے عاجز آ کر ۱۲؍ جون ۱۸۹۱ء کو بند کر دیا۔[3]

دونوں سلسلوں کی اس خط و کتابت میں مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کو براہین احمدیہ پر لکھے ہوئے ان کے ریویو کی عبارتیں یاد دلا دلا کر اس بات کا قائل کرنے کی کوشش کی کہ میں نے کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا بلکہ فتح اسلام وغیرہ میں وہی کچھ ہے جو براہین احمدیہ میں تھا اور جس کی تائید آپ کر چکے ہیں۔ اس لیے اب ان کی تردید کیوں کرتے ہو؟

مثلاً مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"درحقیقت ان رسالوں (فتح مرام وغیرہ) میں کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا گیا بلکہ بلا کم و بیش یہ وہی دعویٰ ہے جس کا براہین احمدیہ میں بھی ذکر ہو چکا ہے۔ اور جس کی آں مکرم اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں امکانی طور پر تصدیق بھی کر چکے ہیں۔"[4]

---

[1] اشاعۃ السنۃ ج ۱۲، شمارہ ۱۲ ص ۵ - ۲، ۳، مکتوبات احمدیہ ج ۴ ص ۹ -
[2] مکتوباتِ احمدیہ جلد ۴ بر حاشیہ ص ۹، حیاۃ طیبہ ص ۱۰۲ [3] حیاۃ طیبہ ص ۱۰۴
[4] اشاعۃ السنۃ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ ص ۳۶۴ -

مولانا بٹالوی نے اس کے جواب میں لکھا :

" جو امکان میں ریویو براہین احمدیہ میں بیان کر چکا ہوں، اس کا اب بھی قائل ہوں - مگر آپ نے اس امرِ ممکن سے، جس کا امکان میں نے تجویز کیا تھا، بڑھ کر ان رسائل میں دعویٰ کیا ہے - لہٰذا آپ کے لیے اس ریویو کی عبارات کافی و مفید نہ ہوں گی - آپ ان عبارات کو میرے سامنے پیش کرنے کے بغیر ان سے استشہاد کریں گے تو آپ نقصان اٹھائیں گے - بہتر ہے کہ آپ میری کلام کو مجھے دکھا کر شائع کریں [1] "

اپنے اس موقف کو واضح تر کرنے کی غرض سے مولانا بٹالوی نے مرزا صاحب کو ۱۳ ر مارچ ۱۸۹۱ء کے خط میں تحریر فرمایا :

" اپنے اس الہام کا، جس میں آپ کے مسیح موعود ہونے کا اور ابن مریم کے موعود نہ ہونے کا دعویٰ ہے، فیصلہ براہین احمدیہ اور اشاعۃ السنۃ کے ریویو براہین احمدیہ سے منظور کریں - اور یہ اقرار تحریری دیں کہ اگر براہین احمدیہ اور اس کے ریویو سے یہ الہام غلط ثابت ہو تو ہم اس الہام کو غلط سمجھیں گے اور اس سے رجوع کا اشتہار دیں گے [2] "

۱۵ ر مارچ کو مولانا نے ایک اور خط میں مرزا صاحب کو لکھا :

" میرے پیارے دوست، میرے مضمون ریویو میں ایک حرف آپ کے اس دعویٰ جدید کا مصداق نہیں ہے - نہ آپ نے اپنے براہین احمدیہ میں یہ دعویٰ (مسیح موعود ہونا) صراحتاً یا اشارۃً کیا - نہ میں نے اس کی تصدیق و تائید میں کوئی کلمہ لکھا تھا " [3]

چونکہ مولانا کی ان باتوں کا مرزا صاحب کے پاس کوئی جواب نہیں تھا اور نہ ہی وہ ریویو میں سے مولانا کی کوئی ایسی عبارت بطورِ خاص دکھا سکتے تھے، جس میں مولانا نے مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کی تائید کی ہو، اس لیے مجبوراً انہوں نے خط و کتابت کا سلسلہ بند کر کے اس محاذ سے راہِ فرار اختیار کر لی -

---

[1] اشاعۃ السنۃ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ ص ۲۶۶ - [2] اشاعۃ السنۃ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ ص ۲۷۸ -
[3] اشاعۃ السنۃ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ ص ۲۸۶ -

سطورِ بالا میں جس خط و کتابت کا ذکر ہوا ہے اس کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب نے تصنیف واشاعت کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہوا تھا۔ فتح اسلام میں کیے گئے دعویٰ مسیحیت پر عوام اہلِ اسلام کے شور و غضب کو رفع کرنے کے لیے انہوں نے ایک رسالہ "توضیح مرام" لکھ کر مشتہر کیا۔ لیکن اس نے احتجاج کو اور بھی شدید کر دیا۔ کیوں کہ توضیح مرام میں اپنے نبی ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے دیگر عقائدِ کفریہ کا بھی اظہار کر دیا۔ احتجاج کی شدت کو کم کرنے کے لیے مرزا صاحب نے ایک اور رسالہ "ازالہ اوہام" کے بعض حصص و مضامین کو اپنے حواریوں میں متداول کیا اور انہوں نے بذریعہ رسائل و مجالس ان کو عوام میں مشتہر کیا۔ ان مضامین نے احتجاج کی بھڑکتی ہوئی آگ پر بقول مولانا بٹالوی کیروسین آئل (مٹی کا تیل) ڈال دیا۔[۵۱] کیوں کہ اس رسالہ میں مرزا صاحب نے دعویٰ مسیحیت و نبوت کے ساتھ رسالت کا بھی دعویٰ کر دیا۔ اور معجزاتِ مسیحؑ سے بہ تاویل و تحریف انکار کیا۔ عوام کو خاموش رکھنے کے لیے توضیح مرام میں وہ اشتہار دے چکے تھے کہ علماء اسلام جن عقائد و مقالات کو کفر و گمراہی سمجھتے ہیں، ان پر مجھ سے (مرزا صاحب سے) مباحثہ کر لیں اور اس وقت تک اپنی زبان بند رکھیں۔ اس مباحثہ کو انہوں نے ایسی ناممکن الوقوع مشروط سے مشروط و مقید کر دیا کہ نہ نو من تیل ہو نہ رادھا ناچے۔ وہ دراصل یہ چاہتے تھے کہ شرائط پوری نہ ہونے کے باعث جتنے دنوں تک مباحثہ منعقد نہ ہو، اتنے دنوں علما خاموش رہیں اور ان کے دعاوی کا کچھ نہ کچھ اثر عوام پر ہوتا رہے۔ لیکن مرزا صاحب زیادہ دیر تک خود کو نہ بچا سکے اور جولائی ۱۸۹۱ء میں لدھیانہ میں مولانا کے روبرو میدانِ مباحثہ میں آنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ مباحثہ ۲۰ جولائی کو شروع ہوا اور بارہ دن تک مولانا مرزا صاحب کی اقامت گاہ پر جا کر مباحثہ کرتے رہے۔ دونوں طرف سے تحریری بحث ہو رہی تھی۔ جب مولانا کی پکڑ مضبوط ہو گئی۔ تو بارہویں روز مرزا صاحب نے جو تحریر دی۔ اس میں موقوفی بحث کی درخواست کر دی اور یہ بات کہہ دی کہ آپ نے بھی بہت کچھ لکھ لیا۔ ہم نے بھی لکھ لیا۔ اب ہم اس بے سود بحث کو ختم کرنا چاہتے ہیں[۵۲]

اس مباحثہ میں مرزا صاحب کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی۔ جو بقول مولانا بٹالوی مرزا صاحب کے حواریوں پر بہت شاق گذری اور انہوں نے اس باب میں مرزا صاحب

---

۵۱ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۲ ۵۲ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ صفحہ ۲۱۲

کو ملامت بھی کی اور ان کے ایک نہایت مخلص حواری میر عباس علی اس واقعہ کے باعث مرزا صاحب کے حلقہ ارادت سے نکل گئے[1] — لیکن مرزا صاحب نے اس ہزیمت کو دل کا روگ نہیں بنایا اور یکم اگست ۱۸۹۱ء کو مولانا بٹالوی سے حیات و وفات مسیح پر مباحثے کا اشتہار دے دیا اور لاہور میں مناظرہ کرنے کا اعلان کر دیا۔ مولانا ان دنوں چینیانوالی مسجد لاہور کے خطیب تھے۔ اس لئے وہ مباحثے کے لئے بالکل تیار رہے۔ لیکن مرزا صاحب اس سے بھی بھاگ گئے اور ماہ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو وہ دہلی جا پہنچے، جہاں مباحثہ کا ایک اور اشتہار دے دیا۔ جس کے مخاطب سید نذیر حسین دہلویؒ تھے۔ مولانا بٹالویؒ بھی وہاں پہنچ گئے اور اپنے استاد کی معیت میں مرزا صاحب کی جملہ شرائط منظور کر کے منظوری مباحثہ کا اشتہار دے دیا۔ وہاں مرزا صاحب نے صاف کہہ دیا کہ میں بٹالوی صاحب سے مباحثہ نہیں کروں گا۔ اس پر مولانا محمد بشیر سہسوانی کو مرزا صاحب کے مقابل لایا گیا۔ مولانا سہسوانی کی گرفت بھی بہت مضبوط تھی۔ اس لئے مرزا صاحب مباحثے کو ناتمام چھوڑ کر اپنے خسر کی بیماری کا بہانہ کر کے واپس قادیان چلے آئے اور جلد ہی ہزیمت کو فراموش کر کے ایک آسمانی فیصلہ لکھ مارا۔ اور اس میں پھر مباحثہ کا چیلنج کر کے گریز و فرار کا الزام علمائے اسلام پر لگا دیا۔ مولانا بٹالوی نے بٹالہ، لاہور اور سیالکوٹ میں مرزا صاحب اور ان کے حواری مولوی محمد احسن امروہی کو زچ کر کے رکھ دیا۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیے اشاعۃ السنہ جلد ۱۴ شمارہ نمبر ۵ تا ۱۲۔

اس کے بعد مولانا بٹالوی نے ایک استفتاء مرتب کیا جس میں مرزا صاحب کے خیالات و مقالات درج کر کے ان کی تصدیق و شہادت کے طور پر مرزا صاحب کی تصانیف کی عبارات بقیدِ صفحات نقل کیں اور اس استفتاء کا جواب سید نذیر حسین دہلویؒ سے حاصل کیا۔ پھر دہلی سے کلکتہ و بھوپال وغیرہ کا سفر کر کے مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کا توافق رائے حاصل کیا۔ بعد ازاں لاہور پہنچ کر اس استفتاء اور اس کے جواب کو بصورتِ رسالہ طبع کروا کر برِصغیر کے ان علماء کی خدمت میں روانہ کیا، جن کے پاس وہ خود نہیں پہنچ سکے تھے

[1] اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ صفحہ نمبر ۲۱۲۔ یاد رہے کہ یہ مباحثہ لدھیانہ میں مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب کی اقامت گاہ پر ہوا تھا۔

اور ان کی آراء حاصل کیں[1]۔ جب مرزا صاحب مباحثوں میں شکست پر شکست کھانے کے باوجود اپنے عقائد سے تائب نہ ہوئے۔ بلکہ تنگ آکر انہوں نے مباحثہ کا نام لینا ہی چھوڑ دیا تو مولانا نے مناسب سمجھا کہ اب چونکہ اس شخص کے راہ راست پر آنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی اس لیے فتویٰ کو مشتہر کر کے عوام الناس کو اس کے مکرو فریب سے آگاہ کیا جائے اور انہیں اس کی جھوٹی نبوت کے جال سے بچایا جائے اس طرح یہ معرکۃ الآرا فتویٰ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ میں شائع ہو کر پہلی بار منظرِ عام پر آیا۔

دوسری طرف مرزا صاحب بھی بے کار نہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ بلکہ جن دنوں مولانا بٹالوی، مرزا صاحب کے خلاف فتویٰ تکفیر کی تیاریوں میں مصروف تھے اس کی بھنک مرزا صاحب کو بھی پڑ گئی۔ چنانچہ وہ بے قابو ہو کر "آسمانی فیصلہ" میں یوں رقمطراز ہوئے:

"اور بٹالوی کو ایک مجنون درندہ کی طرح تکفیر اور لعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لئے چھوڑ دیا"[2]

لیکن مولانا اس طرح کے طرزِ تحریر سے سیخ پا نہیں ہوئے بلکہ بڑے حوصلے اور ضبط کے ساتھ ٹھوس علمی سرگرمیوں میں مصروف رہے اور انہوں نے ہندوستان کے طول و عرض میں گھوم پھر کر علمائے امت سے مرزا صاحب کے بارے فتویٰ تکفیر حاصل کر کے اسے شائع کر دیا تو مارچ ۱۸۹۳ء میں شائع ہونے والی مرزا صاحب کی ۶۰۴ صفحات کی ضخیم کتاب "دافع الوساوس مقدمہ حقیقتِ اسلام" مولانا کو جلی کٹی سنانے کے لئے وقف کر دی۔ اس کتاب میں صفحوں کے صفحے مولانا کو مخاطب کر کے لکھے گئے ہیں۔ مولانا کے بعض خطوط اور ان کے جوابات درج کئے ہیں اور "قولہ" "اقول" کے عنوانات کے ساتھ خود ساختہ مباحثے درج کئے ہیں۔ یعنی جب وہ روبرو میدان میں مولانا سے جیت نہ سکے تو حجرہ نشین ہو کر اپنے متبعین کو یہ بتا رہے ہیں کہ بٹالوی یہ کہتا ہے۔ اور میرے پاس اس کا یہ جواب ہے۔ زبان و بیان ماشاءاللہ اپنی مثال آپ ہے مثلاً لکھتے ہیں:

"اے کج طبع شیخ خدا جانے تیری کس حالت میں موت ہو گی؟"[3]

---

[1] بقول سوداگر مل دو سو مولویوں نے اس فتویٰ پر دستخط کئے ہیں۔ حیاتِ طیبہ صفحہ ۱۳۲

[2] آسمانی فیصلہ ص ۱۴

[3] دافع الوساوس صفحہ ۳۰۱

"آپ اپنے سفلہ پن سے باز نہیں آتے۔ خدا جانے آپ کس خمیر کے ہیں؟" (دافع الوساوس) [1]

ایک اور عبارت یوں ہے:

"اے شیخ نامہ سیاہ! اس دروغ بے فروغ کے جواب میں کیا کہوں اور کیا لکھوں؟ خدا تعالیٰ تجھ کو آپ ہی جواب دیوے کہ اب تو حد سے بڑھ گیا ہے۔ اے بد قسمت انسان تو ان بہتانوں کے ساتھ کب تک جئے گا؟" [1]

ایک عبارت اور ملاحظہ فرمالیجئے:

"اب آپ (بٹالوی صاحب) کسی حیلہ و بہانہ سے گریز نہیں کر سکتے۔ اب تو دس لعنتیں آپ کی خدمت میں نذر کر دی ہیں۔" [2]

لیکن مرزا صاحب پر مولانا کی گرفت کی شدت کا اندازہ آپ اسی کتاب میں دیئے گئے مولانا کے ایک خط بنام مرزا کے ایک اقتباس سے ملاحظہ فرمالیجئے۔ مولانا لکھتے ہیں:

"آپ (مرزا صاحب) اس قسم کے ۳ ہزار الہامات کے صادق ہونے کے مدعی ہیں، میں ان تین ہزار میں سے صرف تین الہاموں کے صادق ٹھہرنے پر آپ کو ملہم مان لوں گا۔" [3]

اس بات کا جواب مرزا صاحب نے کئی سال بعد بایں الفاظ دیا:

"پس کس قدر لعنت کا داغ اس دل پر ہے کہ دس ہزار پیش گوئی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور بار بار ایک کتے کی طرح عوں عوں کرتا ہے کہ فلاں پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور نہ صرف اس قدر، بلکہ سخت بے حیائی سے ساتھ اس کے گالیاں بھی دیتا ہے۔" [4]

اس کے بعد مرزا صاحب نے مباحثوں کی بات چھوڑ کر چیلنج بازی کا ایک اور انداز اختیار کیا اور ۲۰ مارچ ۱۸۹۳ء کو اشتہار دیا کہ بٹالوی صاحب میرے مقابلہ میں تفسیر قرآن لکھیں۔ مولانا نے یہ چیلنج بھی منظور کر لیا تو مرزا صاحب حسب عادت بھاگ گئے اور اسی سال لکھی جانے والی کتاب "آئینہ کمالات اسلام" میں یوں رقمطراز ہوئے:

"چند ماہ کا عرصہ ہوا جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے محمد حسین کا

---

[1] دافع الوساوس صفحہ ۳۰۶ [2] ایضاً ۳۱۰ [3] ایضاً صفحہ ۳۱۲ [4] براہین احمدیہ جلد پنجم قادیان ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۳۷

دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور باایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علومِ دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جنابِ الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر۔ تو اس دعا کے بعد یہ الہام ہوا "ادعونی استجب لکم" یعنی دعا کرو میں قبول کرونگا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کے لئے عذاب کی دعا کروں، آج جو ۲۹۔ شعبان ۱۳۱۰ھ ہے۔ اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا تعالیٰ نے دعا کے لئے دل کھول دیا۔ سو میں نے اس وقت اسی طرح سے رقتِ دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کے لئے دعا کی اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہو گئی۔ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ "انی مھین من اراد اہانتک" وہ اسی موقع کے لئے ہوا تھا۔ میں نے اس موقع کے لئے ۴۰ دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی ہے اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ اب صاحبو! اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا یا میدان سے بھاگ گیا یا کچھ بہانوں سے ٹال دیا تو تم سارے گواہ رہو کہ بے شک میں کذاب اور دجال ہوں تب میں ہر ایک سزا کے لائق ٹھہروں گا۔ کیونکہ اس موقع پر ہر ایک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائے گا اور دعا کا نامنظور ہونا کھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر ایک پر ہویدا ہو جائے گا۔"[1]

اس تحریر میں مرزا صاحب نے بڑی پختگی کے ساتھ مولانا بٹالوی کی اہانت اور عذاب کی خاطر اپنی قبول شدہ دعا کا ذکر کر کے اسے اپنے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا۔ جس کی وجہ سے پورے برِصغیر میں انتظار ہونے لگا کہ دیکھیں بٹالوی صاحب پر کیا برق گرتی ہے، ۴۰ روز گذر گئے اور مولانا ہر طرح بخیریت رہے اور مرزا صاحب بغلیں جھانکنے لگے۔ اس واقعہ کے چار سال بعد انجام آتھم میں انہوں نے اس عذاب و اہانت کی نئی تشریح فرمائی جو یوں تھی، کہ بٹالوی مفلس ہو گیا ہے، پرانے کپڑے پہنتا ہے۔ کابل گیا تھا تو وہاں اس کی تکریم نہیں ہوئی اور بیمار ہو کر واپس چلا آیا۔[2]

یہ سب باتیں خلافِ واقعہ ہیں، کیونکہ کابل کے امیر نے مولانا کا ازحد اکرام کیا تھا جیسا کہ مولانا نے مرزا صاحب کو دعوت دی تھی کہ آیئے میرے ساتھ کابل چلیں اور وہاں لوگوں سے

[1] مرزا غلام احمد، آئینہ کمالات، ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۰۴ [2] مرزا غلام احمد، انجام آتھم، ۱۸۹۷ء صفحہ ۱۰۰-۹۴

پتہ کریں کہ بٹالوی کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تھا؟ جہاں تک مالی معاملات کا تعلق ہے ان کی مالی حیثیت حسبِ سابق تھی، پرانے کپڑے پہننا کوئی اہانت نہیں ہے ہاں کابل میں مولانا بیمار ضرور ہوئے تھے لیکن میدانی علاقوں کے افراد کا سرد پہاڑی علاقوں میں جا کر بیمار ہونا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے جبکہ مرزا صاحب تو دائم المریض انسان تھے۔ جیساکہ خود ان کی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے۔

اسی کتاب یعنی انجام آتھم میں مرزا صاحب نے ۹۴ علماء ہند اور ۴۸ مشائخِ عظام کو مباہلے کا چیلنج دیا اور شرط یہ عاید کی کہ کم از کم دس افراد حاضرِ مباہلہ ہوں۔ مولانا بٹالوی نے اس چیلنج کا جواب یوں دیا کہ:

"مولوی عبدالحق غزنوی و مولوی غلام دستگیر قصوری پہلے ہی آپ سے مباہلہ کے خواہاں ہیں۔ آپ ان سے مباہلہ کیوں نہیں کرتے؟ اس کی وجہ معقول بیان کریں اور بدرجۂ سوم میں مباہلہ کے لئے حاضر ہوں۔ باقی رہی دس والی شرط۔ تو یہ آپ نے محض اس لئے لگائی ہے کہ اول تو اتنے لوگ بیک وقت مقابلے میں نہیں آئیں گے، اگر آ بھی گئے تو ان میں کوئی نہ کوئی تو ایسا ضرور ہوگا جس کا سال بھر میں کوئی مالی نقصان ہو جائے یا اس کی عزت کو کوئی صدمہ پہنچے یا اسے کوئی گالی دے دے یا تھپڑ مار دے تو ایسی صورت میں آپ فوراً یہ کہہ دیں گے کہ یہ میرے ساتھ مباہلے کا اثر اور میری حجت ہے آپ سیدھی طرح مقابلے میں آئیں۔ آپ اکیلے نکلیں گے تو آپ کا مقابل (بٹالوی) بھی اکیلا نکلے گا اور اگر آپ اپنی جورو اور لڑکوں کو ساتھ لائیں گے تو وہ بھی مع عیال آئے گا۔ آپ الہام کا ٹیلیفون لگا کر اپنے ملہم سے یہ پوچھ دیں کہ کس قسم کا عذاب ہوگا؟ تاکہ پھر آپ کو اس کی شرح کرنے اور اس کے معانی بتانے کی حاجت نہ رہے۔"[1]

اس طرح مباہلے کے معاملے میں بٹالوی صاحب نے مرزا صاحب کی مکمل ناکہ بندی کر دی تو انہوں نے پینترا بدل لیا اور ایک خط لکھا جو یوں ہے:

"مجھ کو خدا نے تین مرتبہ یہ اطلاع دی ہے کہ محمد حسین کو رجوع دیا جائے گا، اس لئے میں نے اس پیش گوئی کو اس رسالہ سراجِ منیر میں جواب چھپ رہا ہے درج کر دیا ہے اور جہاں تک میری طاقت ہے میں دعا بھی کروں گا۔

[1] اشاعۃ السنہ جلد ۱۸، نمبر ۳

مجھ کو اس بات سے بہت ہی خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ارادہ فرمایا ہے واللہ علیٰ کل شیئ قدیر۔ مکتوبہ ۲ر اپریل ۱۸۹۷ء" [1]

یعنی اس خط میں انہوں نے اپنے الہام کی رُو سے یہ پیش گوئی کر دی کہ مولانا بٹالوی قادیانی ہو جائیں گے۔ اس پیش گوئی کی مزید وضاحت کے لئے مرزا صاحب کے ایک حواری مولوی محمد احسن امروہی نے ایک خط مولانا کو تحریر فرمایا۔ یوں تھا:

"حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے اس عاجز سے بارہا یہ فرمایا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بالآخر بہ سبب اپنی برکاتِ علمی کے پھر اس ریویو سابق کی طرف رجوع فرمائیں گے۔ یہ جملہ معترضہ جو ان کو پیش آگیا ہے وہ ایک زلۃ الاقدام ہے۔
راقم سید محمد احسن از امروہہ شاہ علی سرائے ضلع مراد آباد ۶ر اپریل ۱۸۹۷ء" [2]

مولانا بٹالوی نے اس پیش گوئی کے جواب میں مرزا صاحب کو یوں مخاطب کیا:

"میں خدا کے فضل و توفیق سے نہ کہ اپنی ذاتی قابلیت و لیاقت سے آپ کے اس دام میں نہیں پھنستا اور جب تک زندہ ہوں اور قرآن پر ایمان رکھتا ہوں اور دینِ اسلام کا معتقد اور پابند ہوں آپ کی موجودہ حالت اور اعمال و اخلاق کے ساتھ اتفاق نہ کروں گا۔" [3]

اور آپ نے مرزا صاحب کے عقائدِ باطلہ کی تردید کا سلسلہ زور شور سے جاری رکھا۔ تنگ آکر مرزا صاحب نے ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء کو اعلان کیا کہ "۱۳ر ماہ کے اندر محمد حسین بٹالوی عذاب میں مبتلا ہوگا اور اس عذاب میں اس کی موت بھی شامل ہے"۔ لیکن مولانا بالکل ٹھیک ٹھاک رہے اور مرزا صاحب کی یہ خواہش بھی پوری نہ ہو سکی۔

قارئین کرام آج کے دور میں یہ اندازہ کرنا بھی مشکل ہے کہ انیسویں صدی کے آخری عشرے میں مرزا صاحب کے خلاف مولانا کا کام کرنا کس قدر دشوار تھا۔ مرزا صاحب کو حکومتِ وقت کی اعانت حاصل تھی۔ خود صاحبِ جائیداد تھے۔ مسیحیت و نبوت کے دعویٰ کے طفیل بہت سے لوگ اِن کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو چکے تھے جن میں بڑے بڑے امراء بھی شامل تھے۔ مرید بن کر یہ جماعت مرزا صاحب کے اشارۂ ابرو پر بڑی سے بڑی رقوم بطور چندہ دینے کو تیار رہتی تھی اور مرزا صاحب اس طریق سے رقوم اکٹھی بھی کرتے رہتے

[1] اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ نمبر ۲ صفحہ ۴۴، ۴۵ [2] اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ نمبر ۲ صفحہ ۴۸ [3] اشاعۃ السنہ جلد ۱۸ نمبر ۲ صفحہ ۴۹

تھے۔ ان کی تصانیف جن کی کل تعداد ایک سو کے لگ بھگ ہے، کثرت سے شائع ہو کر اہلِ اسلام اور غیر مسلم حلقوں میں فروخت ہوتی تھیں۔ کیونکہ ان کے مخاطب ہندو عیسائی بھی ہوتے تھے اور سب لوگ بطورِ دلچسپی ان کو خریدتے تھے۔ گویا ہر طرف سے روپے پیسے کی ریل پیل تھی۔ اس شخص کے مقابلے میں ایک فردِ تنہا جس کی پشت پر نہ کوئی جماعت تھی نہ تنظیم اور نہ حکومت، جو مکھی لڑائی لڑ رہا تھا۔ عدمِ وسائل کا اندازہ آپ اس حقیقت سے لگا سکتے ہیں کہ کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ وہ کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتے، لیکن وسائل کی عدم دستیابی آڑے آجاتی۔ مثلاً ۱۸۹۳ء میں آپ نے ارادہ کیا کہ مرزا صاحب کے رد میں ایک مستقل رسالہ "ردِ قادیانی" کے نام سے جاری کرنا چاہیئے تاکہ ان کے روز بروز کے احوال و افعال کا تعاقب و رد کیا جا سکے۔ لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔ پھر انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" کو کاملاً ردِ مرزائیت کے لئے وقف کر دیا جائے۔ جب قارئین سے پوچھا گیا تو وہ نہ مانے، کیونکہ کوئی بھی قاری اپنے خرید کردہ رسالہ کے ہر شمارے میں ایک ہی عنوان پر مضامین پڑھ پڑھ کر بور ہو جاتا ہے۔ اس پر آپ نے بدرجہ آخر یہ فیصلہ کیا کہ اشاعۃ السنہ کا کم از کم ۱/۴ حصہ ردِ قادیانیت کے لئے وقف کر دیا جائے (دیکھئے ٹائٹل اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ شمارہ نمبر ۱ ۱۸۹۳ء بمطابق ۱۳۱۰ھ) اور پھر یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ ہر ماہ اس رسالے میں مرزا صاحب کے تازہ الہامات، فرامین اور سرگرمیوں پر قرآن و حدیث کی روشنی میں تبصرہ ہوتا اور ان کے دعاوی کے جواب دیئے جاتے۔ خود مولانا کے بقول ۱۹۰۱ء تک وہ مرزا صاحب کے رد میں ۲ ہزار صفحات لکھ چکے تھے[1] مولانا اس کے بعد بھی تقریباً بیس سال زندہ رہے اور ان کا قلم خاموش نہیں ہوا۔ بلکہ مرتے دم تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ردِ مرزائیت میں ان کا کام کتنا زیادہ ہے اور اس کام کی وقعت کا اندازہ مولانا کو دیئے گئے اس لقب سے بخوبی کیا جا سکتا ہے، جو مرزا صاحب نے کسی اور کو نہیں دیا۔ یہ لقب ہے، امتِ مرزائیہ کے فرعون ہونے کا۔ ایک حدیثِ رسول ﷺ کے مطابق ہر امت کا ایک فرعون ہوتا ہے اور امتِ محمدیہ کا فرعون ابوجہل ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح فرعونِ مصر حضرت موسیٰ کا شدید ترین مخالف تھا، اسی طرح آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں کوئی شخص ابوجہل سے بازی نہیں لے جا سکا۔ یعنی جس شخص کو مرزا صاحب نے اپنی امت کا فرعون قرار دیا

[1] دیکھئے جلد ۱۹ نمبر ۴ ص ۱۱۲ پر مولانا کا ایک اعلان جس پر ۱۵ جنوری ۱۹۰۱ء کی تاریخ اور مقام بٹالہ درج ہے۔

ہے۔ وہ ان کے نزدیک ان کا سب سے بڑا مخالف ہے۔ یہ الہامی لقب مرزا صاحب نے مولانا کو اپنی کتاب "نزول المسیح" میں دیا ہے اور قارئین کی سہولت کی خاطر عربی الہام کا اردو ترجمہ بھی مرزا صاحب نے خود ہی کر دیا ہے:

"اذ یمکر بك الذی کفر اوقد لی یا ھامان لعلی اطلع الی الٰہ موسٰی وانی لاظنہ من الکاذبین۔"

ترجمہ: "اور یاد کر وہ زمانہ جب ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا کہ جو تیری تکفیر کا بانی ہو گا اور اقرار کے بعد منکر ہو جائے گا۔ یعنی محمد حسین بٹالوی اور وہ اپنے رفیق کو کہے گا۔ یعنی مولوی نذیر حسین دہلوی کو کہ اے ہامان میرے لئے آگ بھڑکا یعنی کافر بنانے کے لئے فتویٰ دے۔ میں چاہتا ہوں کہ موسیٰ کے خدا کی تفتیش کروں اور یہی گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔ اس جگہ خدا نے میرا نام موسیٰ رکھا۔"[1]

اس کے علاوہ مرزا صاحب نے مولانا کو رئیس المتکبرین، کاذب، دجال، شیخ احمقاں، دشمنِ عقل و دانش، امام المتکبرین کے خطابات تو بڑی ارزانی سے تقسیم کئے ہیں۔ آپ بھی ملاحظہ فرما لیجئے:

"یہ بیچارہ نیم ملا گرفتار عجب و پندار بٹالوی"[۲]

"حضرت بٹالوی صاحب اول درجے کے کاذب اور دجال اور رئیس المتکبرین ہیں"[۳]

"باطل پرست بٹالوی جو محمد حسین کہلاتا ہے شریک غالب اور اعداء الاعداء ہے"[۴]

"وہر یکے از ایشاں مثل محمد حسین بٹالوی و شیخ نجدی از دیانت و دین دور بود"[۵]

"اے شیخ احمقاں و دشمنِ عقل و دانش"[۶]

"ومن المعترضین المذکورین شیخ ضال بطالوی ۔ ۔ ۔ ۔ یقال لہ محمد حسین قد سبق الکل فی الکذب والمین ۔ ۔ ۔ حتی قیل انہ امام المتکبرین ورئیس المعتدین"[۷]

---

[1] مرزا غلام احمد، نزول المسیح ۱۹۰۹ء، ص ۱۵۲۔ اور مرزا صاحب کے فرزند مرزا محمود نے ایک مرتبہ کہا "اگر محمد حسین بٹالوی کے والد کو معلوم ہوتا کہ اس کے نطفہ سے ابوجہل پیدا ہو گا تو وہ اپنے آلہ تناسل کو کاٹ دیتا" منقول از خطبہ مندرجہ الفضل ۲ر نومبر ۱۹۲۲ء۔

[۲] آئینہ کمالات اسلام ص ۶۰۰ [۳] آئینہ کمالات اسلام ص ۱.۳ [۴] انجام آتھم بر حاشیہ ص ۵۹ [۵] انجام آتھم ۔۔۔ ص ۱۹۹ [۶] انجام آتھم ۔۔۔ ص ۲۴۱ [۷] انجام آتھم ۔۔۔ ص ۲۴۱۔

"اعلم ایہا الشیخ الضال والدجال البطال" ؎۱

"ایک شیخ ہے جو انسانیت کے پیرایہ سے بے بہرہ اور برہنہ اور ایمان و دیانت سے عاری ہے" ؎۲

"اے مفتری نابکار! اے سخت دل ظالم! تجھے مولوی کہلا کر شرم نہ آئی" ؎۳

"کیونکہ یہ (احمد اللہ امرتسری، ثناء اللہ امرتسری، محمد حسین بٹالوی) جھوٹے ہیں، اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں" ؎۴

مرزا صاحب چونکہ شاعری بھی کرتے تھے اس لئے انہوں نے بٹالوی صاحب کے متعلق بہت سے اشعار بھی کہے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے مرزا صاحب کی کتاب درثمین کے درج ذیل اشعار جو عربی میں ہیں۔ تاہم ان کا ترجمہ بھی مرزا صاحب نے خود ہی قارئین کی سہولت کے پیش نظر کر دیا ہے:

"یکفرنی شیخ وتبعوہ امۃ وما ان اراہ کعاقل یتدبر"

"شیخ نے میری تکفیر کی اور لوگوں نے اس کا اتباع کیا۔ میں تو اس کو بے عقل اور بے سمجھ پاتا ہوں"

"یری ظہرہ عند القتال کثعلب وکالذئب یعوی حین یھذی ویھجر"

"بس مقابلہ کے وقت اس کی کمر لومڑی کی سی دیکھتا ہوں اور جب بکنے لگتا ہے تو بھیڑیے کی طرح بھونکتا ہے"

"غبی عتی اضرم الجھل غیظہ بجلس وصخر جھلہ لا یخبر"

"وہ غبی اور سرکش ہے۔ جہل نے اس کے غصہ کو بھڑکا دیا ہے۔ اس کا جہل سنگ خارا کی طرح ہٹنے والا نہیں ہے" (ص ۳۸)

"ویسعیٰ لایذائی ویسعیٰ بزورہ علیّ حریص کالعدا لو یقدر"

"میری ایذا رسانی کی سعی میں رہتا ہے اور جھوٹی چغل خوری کرتا ہے مجھ پر دشمنوں کی طرح اگر اس کا بس چلے" (ص ۳۹)

"فذرنی وخلاقی ولست مصیطراً علیّ ولا حکم ولا قاض فنثامر"

"مجھ کو چھوڑ دے میرے رب کے حوالے کر تو مجھ پر داروغہ نہیں کہ حکم چلاتا

؎۱ انجام آتھم . . صفحہ ۲۵۲ ؎۲ نور الحق مترجم صفحہ ۲ جلد ۱ ؎۳ براہین احمدیہ جلد پنجم ص ۱۱۱ ؎۴ ضمیمہ انجام آتھم برحاشیہ صفحہ ۲۸

ہے۔ فیصلے کرتا ہے نہ ثالث عادل ہے " (ص ۴۲)

چند مزید اشعار کا ترجمہ پیش خدمت ہے :

" تو ایسے فتوے دیتا ہے جن کے ساتھ خدا کی محبت نہیں ہے اور جو سلام کہتا ہے اس کو تو کافر کہتا ہے ۔ سرد مہری کرتا ہے " (ص ۴۲)

" اور میں نے ۔۔ شیخ مذکور کو کہا کہ کب تک تو میری تکفیر کرے گا اور بدگو اور چیں بجبیں ۔۔۔ رہے گا " (ص ۴۴)

" اے جھوٹے تو کب تک تکذیب کرے گا اور کب تک مومن کی تکذیب کرے گا اور برائی کرتا رہے گا " (ص ۵۷)

" تو بھیڑیے کی طرح آواز نکالتا ہے اور بخدا میں جانتا ہوں کہ تو لومڑی یا خرگوش ہے " (ص ۶۰)

" اے شیخ تو ہمیشہ کافر کہتا اور تکذیب کرتا رہ ۔ بیشک میں بفضل خدا ایک مہذب آدمی ہوں ۔ تیری طرح بدگو نہیں " (ص ۶۶)

یہ چند اشعار ہم نے بطور نمونہ درج کئے ہیں جبکہ درثمین میں سینکڑوں اشعار مولانا بٹالوی کو مخاطب کر کے کہے گئے ہیں ۔ اسی طرح انہوں نے ایک نہایت ضخیم کتاب " کتاب البریۃ " صرف مولانا کے رد میں لکھی ہے جس سے تحریک ختم نبوت میں مولانا کے مقام و مرتبہ کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔ خود مرزا صاحب نے بھی اس کتاب میں لکھا ہے :

" سر گروہ مخالفوں کا محمد حسین بٹالوی جس نے آج تک میری جان اور آبرو پر حملے کئے ہیں " ۔ [1]

ہم اپنی گذارشات کے اختتام سے پہلے انجام آتھم کی دو فارسی عبارتیں درج کرتے ہیں جو مرزا صاحب کے نزدیک مولانا کے مقام و مرتبہ کو مزید واضح کرتی ہیں ۔

مرزا صاحب اپنے مخالفین کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا بٹالوی کے متعلق فرماتے ہیں :

" و یکے از اعتراض کنندگان ۔ شیخ گمراہ ساکن بٹالہ است کہ ہمسایہ گمراہ ماست او را محمد حسین می گویند و از ہمہ در دروغ و ناراستی سبقت بردہ است و از انکار کرد و تکبر نمود و تکبر را شائع کرد و ظاہر ساخت تا آنکہ گفتہ شد کہ او امام متکبراں است و رئیس تجاوز کنندگان و سر گمراہان است او

[1] مرزا غلام احمد ، کتاب البریۃ مصنفہ ۱۸۹۸ء ص ۱۰

ہماں شخصی است کہ بیش از ہمہ مرا کافر گفت" [1]

ترجمہ: "میرے معترضین میں میرا ایک گمراہ ہمسایہ محمد حسین بٹالوی ہے، جو مجھ پر جھوٹ بولنے میں سب سے آگے ہے۔ یہ میرا منکر اور اتنا بڑا متکبر ہے کہ امام متکبراں بن چکا ہے۔ یہ شخص تمام گمراہوں کا سردار ہے اور اسی نے سب سے پہلے مجھے کافر کہا تھا"

پھر سید نذیر حسین، مولانا عبدالحق حقانی، مولانا احمد علی سہارنپوری اور مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہم کل آٹھ افراد کا ذکر کر کے مرزا صاحب، بٹالوی صاحب کو یوں مخاطب فرماتے ہیں:

"پس اے شیخ من می دانم کہ تو رئیس ایں ہشت کس ہستی و ایں گروہ باغی را مثل امام قائم شدی و ایں مردم ترا مثل شاگرداں در گمراہی ہستند یا ہمچو کسانے کہ بر ایشاں جادو کردہ باشند" [2]

"اے شیخ تو ان آٹھوں کا رئیس ہے اور اس باغی گروہ کا امام ہے، یہ تمام لوگ گمراہی میں تیرے شاگرد ہیں یا تو نے ان پر جادو کر رکھا ہے"

ہم اختتام سخن کے طور پر مرزا صاحب کی ایک پیش گوئی کا ذکر کرتے ہیں، جو ۱۹۰۲ء میں انہوں نے مولانا بٹالوی کے متعلق کی تھی، ملاحظہ فرمائیے:

"ہم اس کے ایمان سے ناامید نہیں ہوئے بلکہ امید بہت ہے۔ اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے۔ تجھ پر (مرزا پر) خدا تعالیٰ تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کر دے گا۔ سعید ہے، پس روز مقدر اس کو فراموش نہیں کرے گا۔ اور خدا کے ہاتھوں زندہ کیا جاوے گا۔ پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے اور نسیم صبا خوشبو اور طہارت لائے گی اور معطر کر دے گی۔ میرا کلام سچا ہے، میرے خدا کا قول ہے، جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا دیکھ لے گا" [3]

اور دنیا جانتی ہے کہ مولانا بٹالوی ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو ایک مسلمان کی حیثیت سے فوت ہوئے ہیں اور تادم آخر مرزا صاحب کے تعاقب میں مصروف رہے ہیں۔ اسی وجہ سے مرزا صاحب کے ایک منحرف مرید ڈاکٹر عبدالحکیم اپنی کتاب میں مرزا صاحب کی ان پیش گوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے جو پوری نہیں ہوئیں نمبر ۲ پر زیرِ نظر پیش گوئی درج کر کے مرزا صاحب کے کذب کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت فراہم کرتے ہیں [4]۔ یعنی مولانا کی زندگی اور موت دونوں مرزا صاحب کے دعاوی کی تردید میں وقف ہوئیں! ——— ع یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا!

[1] انجام آتھم صفحہ ۲۴۱ [2] انجام آتھم ۲۴۵ [3] مرزا غلام احمد، اعجازِ احمدی، قادیان ۱۹۰۲ء ص ۵۰-۵۱ [4] عبدالحکیم خان، اعلان الحق و اتمام الحجۃ، طبع ثانی پٹیالہ [illegible]